ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.2 2023

برصغیر میں اسلامی جدیدیت اور ثقافتی تبدیلیوں کی ترقی میں کتابوں کا کردار: ڈاکٹر جمیل جالبی کے ترجمے کی روشنی میں ایک تنقیدی مطالعہ

THE ROLE OF BOOKS IN THE DEVELOPMENT OF ISLAMIC MODERNISM AND CULTURAL CHANGES IN THE SUBCONTINENT: A CRITICAL STUDY IN THE LIGHT OF DR. JAMEEL JALBI'S TRANSLATION

ڈاکٹر جمیلہ ناز
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ سٹی گرلز کالج گلبہار پشاور

Abstract:
Dr. Jameel Jalbi's translation of Islamic literature into Urdu played a pivotal role in shaping the intellectual landscape of the Indian subcontinent during the late 19th and early 20th centuries. His work served as a catalyst for the development of Islamic modernism, a movement that sought to reconcile traditional Islamic teachings with the challenges of modernity. Jalbi's translations not only made Islamic texts accessible to a wider audience but also introduced new ideas and perspectives that challenged the prevailing orthodoxies. His work had a profound impact on the development of Urdu literature and culture, and it continues to be studied and debated today.

Keywords: Islamic modernism, Islamic literature, Urdu literature, Dr. Jameel Jalbi, translation, Indian subcontinent

کلیدی الفاظ: جمیل جالبی، عزیز احمد، ترجمہ، برصغیر، جدیدیت، ثقافت، اسلوب، متن، تہذیب، تدوین

برصغیر میں اسلامی جدیدیت:

ڈاکٹر جمیل جالبی نے عزیز احمد کی کتاب "Islamic Modernism in India and Pakistan" کا ترجمہ "برصغیر میں اسلامی جدیدیت" کے عنوان سے کیا جو پہلی بار ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ مگر میرے زیر نظر اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن ہے جو ۲۰۱۵ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔ مذکورہ کتاب میں سولہ ابواب شامل ہیں۔ پہلے باب کا عنوان " مقدمہ " رکھا گیا ہے جس میں ابتدائی روابط و اثرات، مغربی تمدن کے ابتدائی تسامحات، برطانوی عدالت کے گہرے اثرات اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جیسے مباحث موجود ہیں۔ دوسرے باب کا عنوان "سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک " ہے۔ تیسرا باب " نظری جدیدیت کا انضمام " کے عنوان سے ہے جس میں انتہا پسندی کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ چوتھا باب " اسلامی تاریخ کے زاویے " سے متعلق ہے جبکہ پانچواں باب " روایاتی احیاء مذہب " سے متعلق ہے۔ چھٹے باب " خلافت اور بین اسلامیت " کے عنوان سے موجود ہے جسے دو ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ساتویں باب کا عنوان "اقبال: مفکرانہ نو جدیدیت " رکھا گیا ہے جس میں اقبال کے مذہبی تفکر کو پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر ابواب میں "تخلیق پاکستان"، " ابو الکلام آزاد: تفسیری انتخابیت"، " مخلوط قومیت"، "اسلامی سوشلزم کے تین نظریے"، "ابو الاعلی مودودی: راسخ العقیدہ اساسیت"، "پرویز: تفسیری نو جدیدیت اور دوسرے آزاد رجحانات"، " پاکستان میں جدیدیت اور راسخ الاعتقادی کی گومگو کیفیت" اور " ہندوستان میں اسلام کے رجحانات" جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ ترجمے کا تذکرہ کیا جائے تو ڈاکٹر جمیل جالبی کے ہاں ہمیں متنوع رنگ نظر آتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.2 2023

فکشن کے تراجم میں وہ تخلیقی ترجمہ تک پہنچ جاتے ہیں جب کہ فلسفیانہ مضامین کے ترجمے میں لفظی ترجمے تک محدود رہتے ہیں مگر زیر نظر ترجمے میں ان کی زبان ادبی لب ولہجہ سے مزین نظر آتی ہے۔یعنی وہ اردو کے عمدہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جس کی مثال ملاحظہ ہو:

> "In 1947 Vascoda Gama saild ramd the cap of good hope and discovered the sea route to India. This led to the discovery of the European by the Indian Muslims. The first Portuguese ships to operate off India were regarded as a menace to the Mari time trade conducted mainly by the Arabs between India and the Arabian coast, East Africa, and Egypt. Naval wars of the kings of Gujrat in alliance first with the Mumluks and later the Ottomans did not succeed in disloging the portugues from their Indian coastal strong holds or shake their power in the Indian Ocean."(۱)

> "۱۹۴۷ء میں واسکوڈے گامانے راس امید کے گرد جہاز رانی کر کے ہندوستان تک پہنچنے کیلئے بحری راستہ دریافت کیا، اس طرح ہندوستانی مسلمان یورپ والوں سے روشناس ہوئے۔اولین پرتگالی جہاز، جنھوں نے ہندوستان کے ساحل کے قریب نقل وحرکت شروع کی، عربوں کی اس بحری تجارت کیلئے خطرے کا نشان سمجھے گئے جو زیادہ تر ہندوستان، ساحل عرب، مشرقی افریقہ اور مصر کے ساتھ کرتے چلے آرہے تھے۔گجرات کے بادشاہوں کی بحری جنگیں، جو اپنوں نے پہلے مملوکوں کی مدد سے اور بعد ازاں عثمانیوں کی معیت میں لڑیں، پرتگالیوں کو ان کے ہندوستانی ساحلی مقبوضات سے نہ تو بے دخل کرنے میں کامیاب ہوئیں اور نہ بحر ہند میں ان کے اقتدار کو ہلا سکیں۔"(۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ ترجمہ چونکہ علمی ترجمہ کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔لہذا علمی تراجم میں بڑی قباحت مترادفات کے استعمال کے دوران پیش آتی ہے۔ایسے ترجمے میں بھی پابندی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔چنانچہ انھوں نے یہاں بھی لفظی تجربات سے کام لیا ہے تا کہ ترجمے میں نکھار پیدا ہو جائے۔وہ mutiny کا ترجمہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نام سے کرتے ہیں۔جبکہ اس لفظ کیلئے 'بغاوت کرنا' استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح Loyalism کا ترجمہ خیر خواہ رائج ہے لیکن جمیل جالبی نے اس کیلئے اطاعت شعاری لفظ برتا ہے۔اسی طرح Methodology کا ترجمہ اصولیات، طریقیات استعمال ہو رہا ہے۔ مگر جمیل جالبی نے اس کیلئے مذہبی تفکر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مزید براں Theological Speculation کیلئے وہ مذہبی تفکر کا لفظ ترجمے میں شامل کرتے ہیں جبکہ عموماً اس سے مراد علم معرفت لیا جاتا ہے۔اسی طرح Exegetical کیلئے وہ تفسیری کا لفظ برتتے ہیں مگر زیادہ تر یہ تشریحی کے مضمون میں لفظ استعمال ہوتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے جیسے لفظوں کی بنت سے کام لیا ہے ویسے ہی انھوں نے ترجمے کو شُستہ بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔مترجم جب دونوں زبانوں پر دسترس رکھتا ہو تو پھر جملے کی ساخت اس کیلئے کوئی اچنبے کی بات نہیں ہوتی۔زبان اتنی سادہ اور سلیس ہے کہ کہیں بوجھل پن کا احساس نہیں ہوتا اس لیے ہر عمر کا قاری اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔اس حوالے سے مثال ملاحظہ ہو۔

> "The East India Company turned out to be the principal casuality of the mutiny of 1857-8. The destinies of India passed from the hands of the board of directors of the can any to those of the British Parliament and the British Electorate in a

speech from the throne in 1859 Queen Victoria proclaimed a general amnesty and a vague promise of gradual political represtation for the Indian people."(۳)

"۵۷۔۱۸۵۸ء کی بغاوت میں ایسٹ انڈیا کمپنی سب سے زیادہ نقصان میں رہی۔ ہندوستان کی کمپنیوں کے ڈائریکٹروں کے بورڈ کے ہاتھوں سے نکل کر برطانوی پر لیمان اور انتخابی رائے دہندوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ ملکہ وکٹوریہ نے ۱۹۵۹ء میں اپنے سر پر سلطنت سے ایک تقریر کے دوران عام معافی کا اعلان کیا اور ہندوستان کے لوگوں کی بتدریج نمائندگی کا ایک مبہم وعدہ بھی کیا۔"(۴)

ترجمہ در اصل ایک ایسا پل بن چکا ہے جس پر دو ملکوں کی سرحدیں ملتی ہیں۔ بعد ازاں ان میں تہذیب و ثقافت کا تبادلہ ہوتا ہے۔ ترجمے میں تصرف کا عمل عموماً فکشن میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ جہاں تک مضامین کا تعلق ہے تو یہاں مترجم کو دوہری مشقت سے گزرنا پڑتا ہے۔ یعنی وہ مفہوم کو اپنے لفظوں میں ڈھالنے کی بجائے اصل مصنف کی نقالی کرتا ہے۔ دوسری صورت میں ہر لفظ کا مترادف ڈھونڈنے میں بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس دوران ایک چیز جو سب سے نمایاں ہوتی ہے وہ مترجم کا اسلوب ہوتا ہے جس میں اصل تصنیف کی جھلک کے ساتھ ساتھ انفرادیت بھی ہوتی ہے۔ لہذا جمیل جالبی نے عزیز احمد سے وفاداری نبھائی ہے۔ پروفیسر سجاد شیخ اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

"عزیز احمد کے تہہ دار اسلوب اور طویل مدلل، منطقی طور پر مربوط اور حد سے زیادہ کسے ہوئے جملوں اور معانی و مفاہم سے لبالب بھرے الفاظ و تراکیب کو اردو میں ترجمہ کرنا دشوار کام تھا لیکن جمیل جالبی بحیثیت مجموعی اپنے اس مشکل کام میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔"(۵)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے دلکش اسلوب کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

"There were three principal centres of theological education in nineteenth century Muslim India. Most pre-eminent of these was the school of Wali Allah in Delhi, where his son Shah Adul Aziz and his grandson shah Muhammad Ishaq continued his tradition with the consistently increasing shift in emphasis from speculative fundamentalism towards electric traditionalism."(۶)

"انیسویں صدی کے مسلم ہندوستان میں مذہبی تعلیم کے تین بڑے مراکز تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مصروف مشہور دہلی میں شاہ ولی اللہ کا مدرسہ تھا جہاں ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز اور ان کے پوتے محمد اسحاق، شاہ ولی اللہ کی روایت کے مطابق نظری اساسیت کی نسبت انتخابی روایت پسندی پر زور دیتے تھے۔"(۷)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ ترجمہ تحت اللفظ نظر آتا ہے کیونکہ اگر وہ اصل عبارت کا خلاصہ بیان کر دیتے تو یہ جزئیات سے عاری نظر آتا۔ علمی اور سائنسی موضوعات کے تراجم میں جزئیات کا فن جزو بدن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر درمیان سے کڑی کا کوئی سرا غائب ہو جائے تو اصل خیال مسخ ہو جاتا ہے۔ مزید براں ایسے ترجمے میں پھیکا پن جھلکتا رہتا ہے۔ لمبے جملوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنا معنی میں الجھاؤ سے دور کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی جہاں جملوں کی طوالت کو اپنے ڈھب سے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں وہاں ترجمے میں تحت اللفظ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ترجمہ محاوراتی زبان کے رنگ میں ڈھل جاتا ہے۔ اپنی ذات کی نفی کا عمل اس ترجمے میں نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس یہ ترجمہ گوناگوں خوبیوں سے مزین ہے اور اس پر طبع زاد تحریر کا گمان گزرتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے ترجمے کی ایک اہم خوبی معروضی انداز ہے۔ یعنی وہ تشریحی انداز سے مذکورہ ترجمے کو دور رکھتے ہیں۔ ان کے معروضی انداز کی ایک جھلک یہاں پیش کی جاتی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.2 2023

"The involvement of all cross-currents of Indo Muslim religious and political thought, conservative, moderate and modernist, in the Plan Islamic movement and with the image of the Ottoman Caliphate between 1870 and 1924 was a response to the psychological pull of extra Indian Islam."(۸)

"ہندوستانی مسلمانوں کی تمام قدامت پسندی، معتدل اور جدید فکر کے جملہ دہی اور سیاسی دھاروں کا رابطہ اسلام کی تحریک میں ملوث ہونا اور ۱۸۷۰ء اور ۱۹۲۴ء کے دوران خلافت عثمانیہ سے متاثر ہونا دراصل ایک طرح سے بیرون ہند اسلامی کی نفسیاتی کشش کا جوابی عمل تھا۔"(۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس ترجمے میں جن اصولوں کو مد نظر رکھا ہے ان میں متن کی پیروی سر فہرست ہے۔ اس اصول کی بدولت ہی مترجم اصل تصنیف کے تمام نقوش سامنے لاتا ہے۔ لفظی ترجمے میں غلطی کی گنجائش نہیں رہتی کیوں کہ یہاں معاملہ دوسرے کی مرہون منت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ ترجمہ اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ اس میں ایک نقاد کا عکس نظر آتا ہے۔ تنقید میں عموماً محاورات اور ضرب الامثال سے گریز کیا جاتا ہے۔ مترجم اگر یہ سمجھنے لگ جائے کہ وہ صرف ترجمان ہے، اصل مصنف نہیں ہے تو وہ کبھی بھی کامیاب مترجم نہیں بن سکتا ہے۔ وہ قارئین اور اصل مصنف کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ مترجم کو اپنی حیثیت بالکل بھلا دینی چاہیے۔ تب ہی اس کا ترجمہ سراہا جائے گا اور یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے وہ اصل متن کے قریب ترین پہنچ جاتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے مذکورہ ترجمے میں متن کا ترجمہ متن کی طرح کیا ہے۔ اور قارئین کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس زبان سے کیا گیا ہے۔ متن سے متن کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

"During the century which began with the treaty of Kuchuk Kaynarja and ended with the the occassion of Abdul Hamid II in 1876, the Ottoman claim ceased his to be merely titular and became an active factor in international politics. During upspring of 1857 the British obtained a proclamation from the Ottoman Caliph advising the Indian Muslims to remain loyal to his British allies."(۱۰)

"اس صدی کے دوران جو کوچک کینز جا معاہدہ سے شروع ہوئی اور ۱۸۷۶ء میں عبدالحمید دوم کی تخت نشینی پر ختم ہوئی، ترکی دعویٰ محض خطابی اور القابی نہیں رہا بلکہ بین الاقوامی ریاست میں اہم اور فعال کردار ادا کرنے لگا۔ ۱۸۵۷ء کی رستخیز میں حکومت برطانیہ نے عثمانی خلیفہ سے ایک اعلان جاری کرایا کہ ہندوستان کے مسلمان حکومت کے وفادار ہیں۔"(۱۱)

ترجمہ کے معاملے میں اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے کہ اس کا اثر بھی اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا اصل تصنیف کا ہے۔ اصل تصنیف میں فکری و موضوعاتی جو اثر موجود ہوتا ہے اس کے ذریعے قارئین متاثر ہوتے ہیں جبکہ ترجمہ فکر سے زیادہ فن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں زیادہ تر مترجم کی تعلیمی قابلیت اور مہارت تامہ ہی کام آتی ہے ۔ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ ترجمہ اپنی فنی خوبیوں کی بدولت زیادہ معروف ہوا ہے۔ مترجم کو یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ فن پارہ پہلے سے موجود ہے مگر اس نے اپنی زبان میں اسے متعارف کروانا ہے۔ لہٰذا انحراف میں اسے کس حد تک کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے مذکورہ ترجمے میں انحراف سے اغماض برتا ہے۔ کیونکہ علمی مضامین کے تراجم میں انحراف کا عمل کم دیکھنے میں آیا ہے۔ ترجمے کیلئے جس ریاضت، سنجیدگی اور مشق درکار ہوتی ہے وہ جمیل جالبی میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کی اسی قابلیت کی مثال ملاحظہ ہو۔

"Muhammad Iqbal(1875-1938) poet, philosopher and political thinker dominates Islamic religious and political thought in the twentieth century as Sayyid Ahmad Khan in the nineteenth. Iqbal intellectual personality was shaped first by classical Islamic learning and later by Western Education at Lahore, where is studied under TW Arnold from1905 to 1908 he studied at Cambridge completing his doctorate on the development of metaphysics in Fersiaat Munich."(۱۲)

"محمد اقبال (۱۸۵۷ء۔۱۹۳۸ء) شاعر فلسفی اور سیاسی مفکر، بیسویں صدی کی اسلامی مذہبی وسیاسی فکر پر اس طرح چھائے ہیں جس طرح انیسویں صدی میں سید احمد خان اقبال کی ذہنی شخصیت پہلے تو کلاسیکل اسلامی تعلیم سے اور بعد میں لاہور کے قیام کے دوران مغربی تہذیب کے زیر اثر ہیت پذیر ہوئی۔ جہاں انھوں نے ٹی ڈبلیو آرنلڈ کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک وہ کیمبرج میں زیر تعلیم رہے اور میونخ میں فارسی میں مابعد الطبیعات کا ارتقاء کے عنوان پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ مکمل کیا۔"(۱۳)

ریاضت کے ذریعے بعض افراد نے ترجمہ نگاری کے فن میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ جو لوگ اپنی طبیعت اور بساط کے مطابق اس میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ ناکام نہیں ہوتے۔ لہذا ترجمے میں دو شاخیں ایسی ہیں جن میں مختلف تجربات کرنے پڑتے ہیں۔ یعنی پہلی شاخ پر حافظے اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری شاخ نہایت دشوار ہے۔ اس میں عموماً کلاسیکی ادب یا جدید ادب کو دوسری زبانوں میں ڈھالنا ہوتا ہے۔ ترجمے کے لیے سب سے بنیادی شرط اصل تصنیف یا اصل عبارت کا علم ہے۔ بعض مترجم یہاں بھی سیاق وسباق ہی سے کام لیتے ہیں۔ بہر حال اس میدان میں صرف وہی افراد قدم رکھتے ہیں جن کی ذاتی دلچسپی اس موضوع سے براہِ راست عیاں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے تراجم کی انفرادیت بھی یہی ہے کہ انہوں نے جس تصنیف کا ترجمہ کیا ہے اس میں وابستگی اور دلچسپی صاف طور پر عیاں ہے۔ برصغیر میں ہند اسلامی تہذیب کا انہوں نے گہرا مطالعہ کر رکھا ہے۔ علاوہ ازیں کلچر پر بھی ان کی ایک عمدہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ لہذا ان کے تراجم اپنے موضوعات میں بھی ان کے کام سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے احمد ہمدانی یوں رقمطراز ہیں:

"عزیز احمد کی دوسری کتاب "برصغیر میں اسلامی جدیدیت" کے ترجمے کا خیال بھی اپنی ذاتی دلچسپی اور تہذیب وتمدن سے گہرے شغف کا مظہر ہے۔ برصغیر میں اسلامی کلچر کے سلسلے میں منقولات کے ساتھ معقولات کو اجاگر کیا گیا تھا۔ جب کہ برصغیر میں اسلامی جدیدیت کی بنیادی خصوصیت حیات وکائنات کا حرکی تصور ہے۔ عہد وسطیٰ میں مسلمان مفکرین نے یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر حیات وکائنات کے سکونی تصور کو اپنا لیا تھا۔"(۱۴)

ترجمے کے سلسلے میں ایک بڑی رکاوٹ ہم پلہ الفاظ کا سراغ لگانا ہے۔ کیوں کہ ایک زبان میں دوسری زبان کے ہم پلہ الفاظ کی کمی ہوتی ہے۔ عموماً ایسے الفاظ صرف چھ سات فیصد کی حد تک موجود ہوتے ہیں۔ ان میں بھی وہ الفاظ زیادہ تر مقدم ہیں جن کا استعمال ہم روز مرہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ہم پلہ الفاظ کو نہ صرف ڈھونڈا ہے بلکہ ان کا استعمال نہایت سلیقے سے کیا ہے۔ اس حوالے سے ایک مثال ملاحظہ ہو:

"Abul-Kalam Azad (1888-1958) complements certain aspects of Iqbal's religious thought in certain others, such as this approach to exegesis of the Quran and understanding of the relationship between God and man, his approach is very

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.2 2023

different. Iqbal approaches the Quran equipped with dialectical methodology and an attitude of metaphysical speculation." (۱۵)

"ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء) اقبال کی مغربی فکر کے کچھ رخوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ لیکن بعض دوسرے پہلوؤں سے تفسیر قرآن یا خدا اور انسان کے مابین تعلق کی تفہیم کا اندازہ اقبال سے بالکل مختلف ہے۔ اقبال جدلیاتی منہاجیات سے لیس ہو کر قرآن کی تفہیم کی کوشش کرتے ہیں اور ان کا انداز مابعد الطبیعاتی تفکر کا ہوتا ہے۔"(۱۶)

ترجمے کے عمل میں یہ خیال بھی کیا جاتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے میوہ جات کو اپنی ٹوکری میں رکھ کر پیش کر دیتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ صاحب کتاب کی شہرت زیادہ ہو تو مترجم کو بھی داد و تحسین سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن یہ منکشف ہوتا ہے کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیوں کہ ایک طرف تو مصنف کی ذات سے مترجم کی ذات ہمیشہ پست رہتی ہے اور اس کے برعکس مصنف کی ذات ترجمے کی بدولت معروف ہو جاتی ہے۔ ترجمہ میں آدمی بندھ کر رہ جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کی باگ ڈور مصنف ہی کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اور اس کی گرفت اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ مترجم اگر اس سے راہ فرار چاہے تو ترجمے کے عمل میں اصلیت سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اس کے بالکل مطابق رہے گا اجنبیت در آتی ہے اگر جملوں کو مسخ کرے گا تو اصل زبان و بیان، اظہار اور نئے امکانات سے دور ہو جائے گا۔ ایسی صورتحال میں مترجم کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ کیوں کہ اگر وہ دوسری زبان کے اظہار کو اپنی زبان کے نزدیک لاتا تھا تو وہ مصنف کے لب و لہجے اور اسلوب سے اپنی زبان میں ایک نئے اسلوب کی آبیاری کرتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے تراجم میں روایتی اور مروجہ طرز ادا سے اجتناب کرتے ہوئے جملوں کی نئی ساخت، اظہار و انداز کے نئے امکانات برتتے ہیں۔ جس کی مثال ملاحظہ ہو۔

"By for the most dynamic and well organized challenge modernist Islam has been facing in India, and especially in Pakistan, is that of the revivalist writing and preaching's of Abu-l-Ala Maududi and his well-knit monolithic, atmost totalitrain religio-political organization, the Jama-at-Islam."(۱۷)

"جدید پسند اسلام کو ہندوستان میں اور بالخصوص پاکستان میں سب سے زیادہ متحرک، فعال اور منظم چیلنج کا جو سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ مولانا ابو الاعلی مودودی کی تعلیمات اور احیائے مذہب سے متعلق تحریرات اور ان کی مضبوط، ایک لوحی اور قریب قریب کلیت پسند مذہبی و سیاسی تنظیم "جماعت اسلامی" سے ہو رہا ہے۔"(۱۸)

ترجمے میں الفاظ کا عمدہ استعمال کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ترجمے میں یہ عمل موجود نہ ہو تو ہم مرکزی خیال، مجموعی تاثر اور تخیل کی شدت سے دور ہو جاتے ہیں۔ چناں چہ ترجمے میں اپنی منزل سے گزرتے ہوئے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کیوں کہ ہر لفظ اپنے معنی کے اعتبار سے الگ انفرادیت رکھتا ہے۔ بعض اوقات ترجمے کے دوران الفاظ ہماری دسترس میں نہیں آتے جن کی ہمیں اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایسی صورت میں زبان کی ساخت سے مطابقت رکھنے والے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے زبان کی انفرادیت، مزاج، صوتی آہنگ اور ساخت کے اصولوں کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ جس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

"Most of the Muslim Ulama led by those of Deoband, were opposed to the concept of Pakistan. But the secular minded leaders of the Pakistan movement, including Jinnah, fought for the achievement of Pakistan, not merely for the political and economic self determination concept of an Islamic state." (۱۹)

"اکثر علماء جن کی قیادت دیوبند کر رہے تھے، تصور پاکستان کے مخالف تھے۔ لیکن تحریک پاکستان کے دینوی ذہن رکھنے والے راہنما، بہ شمولیت محمد علی جناح، حصول پاکستان کے لیے سر توڑ کوشش کرتے رہے جس کا مقصد مسلمانوں کی اکثریت رکھنے والے صوبوں میں سیاسی اور اقتصادی خود مختاری اور آزادی ہی نہیں تھا بلکہ ایک اسلامی ریاست کا غیر معین تصور بھی اس میں موجود تھا۔"(۲۰)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مذکورہ ترجمے کی کامیابی یہی ہے کہ انہوں نے مختلف گردانوں پر مشتمل پیچیدہ الفاظ سے گریز کیا ہے۔ اس کی بجائے وہ ایسے الفاظ سامنے لاتے ہیں جن کی سادگی اور سلاست قارئین کے مطالعے کو مہمیز لگاتی ہے۔

ترجمہ کے معاملے میں ہر انسان اس بے لگام گھوڑے کی مانند ہے جس کو پکڑنا سہل نہیں ہے۔ اس کے ذہن میں جو آتا ہے اسی کے مطابق ترجمہ کر دیتا ہے۔ مگر ڈاکٹر جمیل جالبی یہاں بھی مصنف کے تابع ہی دکھائی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہی تصنیف مترجم کے لیے کامیاب بن جائے گی جس میں مترجم کی دلچسپی موجود ہو۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا موضوع ہی چونکہ تاریخ، تنقید اور کلاسیکی روایت کو اردو میں متعارف کروانا ہے۔ لہذا جن تصانیف کا وہ ترجمہ کرتے ہیں ان سے دلچسپی ہی ترجمے کا محرک ٹھہرتی ہے۔ ان کے بارے میں دوسری اہم بات انگریزی پر دسترس قرار دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ترجمے میں ضروری تو یہی ہے کہ مترجم دونوں زبانوں سے واقفیت رکھتا ہو جس میں ایک زبان اس کی اپنی ہو۔ مگر ڈاکٹر جمیل جالبی کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دونوں زبانیں ہی ان کی اپنی ہیں۔ یعنی ان کا انگریزی ذوق اس قدر توانا ہے کہ جب قارئین ان کے ترجمے کا مطالعہ کر رہے ہوتے ہیں تو انہیں یہ ترجمہ اصل تصنیف کا مزہ دیتا ہے۔

برصغیر میں اسلامی کلچر:

ڈاکٹر جمیل جالبی نے عزیز احمد کی کتاب "Islamic Culture in the Indian Environment" کا ترجمہ برصغیر میں اسلامی کلچر کے عنوان سے کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۲۰۱۴ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس سے قبل مذکورہ ترجمے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور اب اس کا چوتھا ایڈیشن منظر عام پر آیا ہے۔ مذکورہ ترجمہ کا پہلا باب "سلطنت دہلی اور آفاقی خلافت" سے متعلق ہے۔ جس میں تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں "منگولوں کی یلغار" کا قصہ رقم ہوا ہے۔ تیسرے باب کا عنوان "مسلم ہندوستان اور دارالسلام" ہے جس میں مغل ہندوستان اور دارالسلام جیسے موضوعات پر بحث ہوئی ہے۔ چوتھا باب "بین الاسلامیت اور جدیدیت" سے متعلق ہے جس میں سید احمد خان، جمال الدین افغانی خلافت عثمانیہ اور ابوالکلام آزاد کے نظریہ خلافت سے متعلق لکھا گیا ہے برصغیر میں اسلامی کلچر کا دوسرا حصہ "تمہید: مسلمانوں کے اثرات"، "نظم و نسق میں ہندوانہ عناصر"، "ہندو ثقافت کے متعلق مسلمانوں کی ابتدائی تحقیقات"، "تصوف اور ہندو ویدانت"، "اتحاد مذاہب کی مقبول عام کوشش"، "اکبر: بدعتی یا مرتد؟"، "نقشبندی رد عمل"، داراشکوہ اور اورنگ زیب"، "ولی اللّٰہی تحریک"، "ثقافتی تعینات: قرونِ وسطیٰ کا ادب"، "ثقافتی تعینات: اُردو اور ہندی" اور "موجودہ علیحدگی پسندی" جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا ترجمہ سلیس اور بامحاورہ ہے۔ اس حوالے سے ایک مثال ملاحظہ ہو۔

"Sindh however became integraly a province of the Umayyad and after its overthrow in 750, of the Abbasid Caliphate, through not without a brief struggle on its soil between the adherent of the old and the new dynasty. Under the Abbasids Sindh was culturally integrated in the Dar-al-Islam."(۲۱)

"بہر حال سندھ اموی خلافت کا اور بنی امیہ کے زوال کے بعد ۷۵۰ء میں خلافت عباسیہ کا ایک صوبہ بن گیا، اگرچہ حکومت کی یہ تبدیلی بھی پرانے اور نئے خاندان کے حامیوں کے درمیان مختصر سی جنگ کے بعد ہی واقع ہو سکی۔ عباسی دور میں سندھ ثقافتی طور پر دارالسلام میں شامل ہو گیا تھا۔"(۲۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ترجمے کے ذریعے انگریزی زبان کے خیال، فکر اور تہذیب کو اس طرح اردو میں منتقل کیا ہے کہ اب یہ اس کا باقاعدہ حصہ بن چکے ہیں۔ قوموں کی ترقی میں جو عوامل کارفرما ہوتے ہیں وہ ترجمے کی بدولت ہی ممکن ہوتے ہیں۔یعنی اس سے زبان پھیلنا شروع کر دیتی ہے۔ ترجمے کی اہمیت ماضی، حال اور مستقبل میں یکساں رہتی ہے۔ تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے تو منکشف ہوتا ہے کہ ترجمہ معدوم زبانوں کے علم کو نہ صرف محفوظ کرتا ہے بلکہ اس تصنیف کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان موضوعات کو ترجمے کا حصہ بنایا ہے جن سے اسلامی کلچر جڑا ہوا ہے۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو ترجمہ ان کی آزاد خیالی کا مظہر ثابت نہیں ہوتا۔ مگر ترجمے متن پر کاربند رہنے کی وجہ سے مصنف سے وفاداری کا ثبوت مہیا کرتے۔ جس کی مثال ملاحظہ ہو۔

> "Through the Mongol presence on the Hindukush and the Indus served indirectly to consolidate Alletmish & power by weaking his rival Qubacha; it also menaced the very existent of the infaint Muslim power in north India. Mongol coloumns under Chaghatay and Ogodee ravaged Southeren Punjab and Chaghatay spent a winter at Kalinjar."(۲۳)

> "کوہ ہندوکش اور دریائے سندھ پر منگولوں کی موجودگی نے بالواسطہ التمش کو اپنے حریف قباچہ کو کمزور کر کے اپنی طاقت مستحکم کرنے میں مدد دی لیکن ساتھ ساتھ شمالی ہند میں نوزائیدہ مسلم حکومت کی بقاء کیلئے وہ ایک اہم خطرہ بن گئی۔ منگول لشکر نے چغتائی اور غدئی کی سرکردگی میں جنوبی پنجاب کو پامال کیا اور چغتائی نے ایک موسم سرما کالنجر میں گزارا۔"(۲۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ ترجمہ تخلیق نو بننے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی قرار دی جاسکتی ہے کہ یہاں بھی ان کی ذات کی نفی ہی کارفرما ہے۔ دوسری صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تخلیقی ترجمے میں مترجم جس طرح لفظی ہیر پھیر سے کام لیتا ہے لفظی ترجمے میں اس کا اطلاق کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہوتا۔ لفظی ترجمے میں اصل مصنف کے اسلوب سے مفاہمت برتی جاتی ہے۔ جب کہ فکشن کے تراجم میں مترجم کا اپنا اسلوب اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس سلسلے میں مصنف کے اسلوب کو مد نظر رکھا ہے۔ چنانچہ الفاظ کی تراکیب میں بھی وہ آسان مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں عمدگی کا جو جہاں آباد ہے وہ صرف اختصار پسندی اور جامعیت کی صورت میں ہی ممکن ہوا۔ جس کی مثال ملاحظہ ہو۔

> "Throughout the nineteenth and the first half of the twentieth century eleumen from the Arabian coast, Arab from the Hijaz and Hadramawt, Somials and other east Africans continued to come and find employment in the irragular forces of the Nizmas of Hydrabad,and the Sultan of Hadramawt was also a titled noble of the Nizam."(۲۵)

> "پوری انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے نصف اول تک ساحل عرب حجاز اور حضر موت کے عرب، صومالیہ کے باشندے اور دوسرے مشرقی افریقہ کے لوگ جو سدّی کہلاتے تھے، مسلسل آتے رہے اور نظام حیدرآباد کی بے ضابطہ فوج میں ملازمتیں حاصل کرتے رہے۔ حضر موت کا سلطان تو نظام حیدرآباد کے دربار کا ایک خطاب یافتہ امیر بھی تھا۔"(۲۶)

علمی مضامین کے تراجم میں روزمروں اور محاورات کا استعمال بہت کم کیا جاتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ ترجمہ ہمیں روزمروں اور محاورات سے مزین نظر آتا ہے۔ محاوراتی اسلوب اگرچہ فکشن کے تراجم میں اہم ثابت ہوتا ہے مگر ڈاکٹر جمیل جالبی نے اسے انفرادیت عطا کرنے کیلئے محاوراتی زبان کا سہارا لیا ہے۔ انھوں نے دست بردار

ہونا (ص۲۱)، تخت و تاراج کرنا (ص۲۱)، دخل اندازی کرنا(ص۲۲)،قناحت کرنا(ص۲۳)،ہاتھ دھو بیٹھنا(ص۲۳)،تہ تیغ کرنا(ص۲۶)،داغ بیل ڈالنا(ص۳۰)،تہریمت اٹھانا(ص۴۰)،التوا میں ڈالنا(ص۴۴)،خیالی پلاؤ پکانا(ص۴۷)،چراغ گل ہونا(ص۶۸)، روح پھونکنا(ص۸۷)، پسِ پشت ڈالنا(ص۹۰) اور برا فروختہ ہونا(ص۱۱۳) جیسے محاورات کی بدولت اسے ادبی جامہ پہنا دیا ہے۔یعنی اس ترجمے میں ادبی رنگ اور لفظی مفہوم سے جدت پیدا ہو گئی ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی محاوراتی زبان اور ادبی رنگ کی مثال ملاحظہ ہو۔

> “The Indian sepoy mutiny of 1857 or the “war of independence” as it is no discribed in India and Pakistan was also, if one may use a Toynbeen expression an ‘archaic’ attempt of the Indian Muslim to recover their lost power in India. Its failure due to the lack of organization spelt the disintegration and collapse of the fedral structure of Muslim society.”(۲۷)

> "1857ء کا ہندوستانی سپاہیوں کا "غدر" بھی جسے اب پاک و ہند میں جنگ آزادی سے موسوم کرتے ہیں۔ بقول ٹوئن بی ہندوستانی مسلمانوں کی اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کی ایک "فرسودہ" کوشش تھی۔ تنظیم کے فقدان کے باعث اس کی ناکامی نے اسلامی معاشرے کے جاگردرانہ نظام کے پورے ڈھانچے کو پارہ پارہ کر کے منہدم کر دیا۔"(۲۸)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ ترجمہ ان کے دیگر تراجم سے سراسر مختلف نظر آتا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ ترجمے میں وہ اصل مصنف کی رو میں بہتے چلے جاتے ہیں۔یعنی جس طرح اصل عبارت میں فقرے طویل ہوتے ہیں اسی طرح ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی جملوں میں طوالت کو ترجیح دی ہے۔ ادق اور پیچیدہ موضوعات کی اگر توڑ پھوڑ ہو جائے تو قارئین اصل مفہوم سے دور ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے یہاں حروف عطف کے استعمال سے جملوں کو طویل بنا دیا ہے۔ لیکن قارئین جب ان کا مطالعہ کرتے ہیں تو حروف عطف کے روابط سے وہ جلد ہی جملے کے مفہوم سے واقف ہو جاتے ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے جملوں میں جزئیات سے گریز کیا ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں طویل جملے اس ترجمے کو بامحاورہ بنا دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک مثال ملاحظہ ہو۔

> “The history of medieval and modern India is to a considerable extent a history of Hindu Muslim religio-culture tensions, and interspresed with movement or individual efforts at understanding harmony and even comosite development. The divise forces have proved much more dynamic than the cohesive ones.”(۲۹)

> "دور وسطی اور عہد حاضر کے ہندوستان کی تاریخ بڑی حد تک ہندو مسلم مذہبی اور ثقافتی کشمکشوں کی تاریخ ہے۔ جس میں افہام و تفہیم صلع و آشتی حتیٰ کہ مجموعی نشوونما کی انفرادی اور اجتماعی بھی کوشش ہوتی رہی ہے لیکن تفرقہ پرداز قوتیں، اتحاد و اتفاق پیدا کرنے والی قوتوں کو دو کے مقابلے میں زیادہ قوی ثابت ہوئیں۔"(۳۰)

ایک کامیاب ترجمے کے لیے زبان کا استعمال موثر کردار ادا کرتا ہے۔یعنی آپ جس دور میں ترجمہ کر رہے ہوتے ہیں زبان بھی اسی دور کی استعمال ہو تو ترجمے میں جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے مذکورہ ترجمے کی ایک نمایاں خوبی ان کی زبان قرار دی جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ وہ اپنے عہد کی زبان سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ اس کا برمحل استعمال بھی نہایت عمدگی سے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی قارئین ان کے دور میں رائج زبان سے مستفید ہوتے ہیں۔

حوالہ جات:

1. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P. 01

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵، ص۱۹

3. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P. 32

۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵، ص۵۹

۵۔ سجاد شیخ، پروفیسر، اعلیٰ ترجمے کی دو مثالیں، مضمون، مشمولہ، ڈاکٹر جمیل جالبی، مرتب، محمد خاور جمیل، ڈاکٹر، کراچی: الیٹ پبلشرز، ۲۰۱۶ء، ص ۶۷۳

6. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P. 103

۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵، ص۱۵۷

8. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P. 123

۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵، ص۱۸۱

10. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P. 124

۱۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵، ص ۱۸۲

12. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P. 141

۱۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵، ص ۲۰۵

۱۴۔ احمد ہمدانی، جمیل جالبی کے تراجم کی انفرادیت، ڈاکٹر جمیل جالبی عصری آگاہی کا ایک تناظر، ڈاکٹر جمیل جالبی تحقیقی کتب خانہ، ۲۰۲۰ء، ص ۸۲

15. Aziz Ahmad, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P.175

۱۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵ء، ص ۲۵۳

17. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P.208

۱۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵ء، ص۲۹۹

19. Aziz Ahmad Khan, Islamic Modernism in India and Pakistan, London: Oxford University press, 1968, P.208

۲۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵ء، ص۳۳۹

21. Aziz Ahmad Khan, studies in Islamic culture in the Indian environment, London: Oxford University press, 1969, P. 3-4

۲۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی کلچر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۴، ص ۱۰

23. Aziz Ahmad Khan, studies in Islamic culture in the Indian environment, London: Oxford University press, 1969, P. 3-4

۲۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، برصغیر میں اسلامی کلچر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۴، ص ۲۲

25. Aziz Ahmad Khan, studies in Islamic culture in the Indian environment, London: Oxford University press, 1969, P. 54

۲۶۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،برصغیر میں اسلامی کلچر،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۶۹،ص۷۰

27. Aziz Ahmad Khan, studies in Islamic culture in the Indian environment, London: Oxford University press, 1969, P. 55

۲۸۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،برصغیر میں اسلامی کلچر،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۶۹،ص۸۳

29. Aziz Ahmad Khan, studies in Islamic culture in the Indian environment, London: Oxford University press, 1969, P. 73

۳۰۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،برصغیر میں اسلامی کلچر،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۶۹،ص۱۰۹